بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلام صرف طریقۂ عبادت کی تبدیلی کا نام نہیں ہے

بلکہ

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے

اسلام کہتا ہے

سچ ایک ہے مقصد ایک ہے اور اس مقصد تک پہنچنے کا

راستہ بھی ایک ہے

خدا تک پہنچنے کیلئے خدا ہی کا بتایا ہوا راستہ اختیار کرنا

ضروری ہے

یہ تفصیلات آئندہ صفحات میں ملاحظہ فرمائیں

عبد القدوس رومی

صرف مصر و عرب ہی نہیں بلکہ تمام عالم کے مسلمانوں کیلئے کتاب ہدایت "قرآن مجید" اور نمونۂ زندگی حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات برکات ہے، مسلمانوں کو اس سلسلہ میں مزید کسی رہنمائی و مشورہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ہندوستانی مسلمان "انڈونیشیا" کی نقل و پیروی کیوں کریں!

۱۹ر دسمبر ۱۹۷۷ء کو آر، ایس، ایس سنچالک شری بالا صاحب دیورس آگرہ تشریف لائے، موصوف نے اس موقع پر اپنی جماعت کے ایک بڑے مجمع کو خطاب فرمایا، یہ تقریر ایک مقامی ہندی اخبار "امر اُجالا" کے ذریعہ میرے علم میں لائی گئی۔

تقریر کے وہ حصے جسمیں شری دیورس نے، آر۔ایس۔ایس مسلمانوں کی شرکت و داخلہ کے بارے میں اظہار خیال فرمایا ہے۔ یا از راہ کرم فرمائی ہے، ہندوستانی مسلمانوں کو اپنی جماعت کے لئے قابل برداشت بنانے کیلحاظ انڈونیشیا کے حوالے سے جو مشورہ دیا ہے، جماعت اسلامی کی پھیلائی ہوئی خوش فہمی کی فضا کے باوجود حصے یقیناً ایسے ہیں کہ مذہب اسلام سے صحیح تعلق رکھنے والا ہر مسلمان انھیں پڑھ کر چونک پڑے گا۔ اسکو یہ حیرانی اس پر نہ ہوگی کہ بالا صاحب کے منھ میں تقریباً وہی زبان ہے جو ان سے پہلے سنچالک گرو گوالکر کے منھ میں تھی، بلکہ حیرت اس پر ہوگی کہ آخر "جماعت اسلامی" کے ذمہ داروں کو کیا ہوگیا کہ وہ اپنے مثالی و مستند مسلمان ہونے کے دعوے کے باوجود ایسے لوگوں کو "مسلم دوستی" کا سرٹیفکٹ بھی بانٹنے لگ گئے۔

شری بالا صاحب کی تقریر کا ایک حصہ ملاحظہ ہو۔ جسے "امر اجالا" نے ایک ذیلی سرخی کے تحت درج کیا ہے۔ "دوسرے فرقوں کے لئے انڈونیشیا کی مثال" شری دیورس نے کہا کہ دوسرے طریقہ عبادت رکھنے والوں کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر صاف ہے۔ اپنے ملک میں سات، یا ۸ کروڑ مسلمان ہیں اور لگ بھگ ایک کروڑ عیسائی ہیں، یہ لوگ عرب ممالک، افغانستان یا انگلینڈ سے نہیں آئے۔ یہ بھی یہیں کے باشندے ہیں، ہمارا اور ان کا خون ایک ہے، آباؤ اجداد ایک تھے، کچھ پشتوں پہلے کچھ اسباب کی بناء پر انھوں نے اپنا مذہب تبدیل کر لیا تھا لیکن ہم یہ نہیں مانتے کہ

طریقۂ عبادت بدل جانے سے تمدن یا قومی زندگی بدل گئی، ہندوؤں کے تعلیم یافتہ طبقہ نے دوسرے
طریقۂ عبادت والوں کو بھی عزت دی ہے، ہمارا تعلیم یافتہ طبقہ کہتا ہے کہ سبھی ایک ہے، مقصد ایک
ہے۔ اس تک کسی بھی طریقہ عبادت کو اپناتے ہوئے پہنچو میرا طریقہ تم سے اچھا ہے۔ یہ تقابلی نظریہ
ہم نے نہیں اپنایا، ہندوستانی مسلمانوں اور عیسائیوں کا کھانا پینا انداز فکر اس ملک کے
ہندوؤں سے ملتا ہے نہ کہ ممالک عربیہ سے۔ اسی مندرجہ بالا پس منظر میں شری دیورس
نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ دوسرے طریقۂ عبادت والے لوگ۔ قومی زندگی کے دھارے
میں کسطرح مل سکتے ہیں۔ آپ نے انڈونیشیا کی مثال دی جو ایک مسلم اکثریت ملک ہے۔ آپنے کہا
کہ انڈونیشیا کے سابق صدر مرحوم کا نام "سوکرن" ان کی بیوہ بیوی کا نام رتنا دیوی ہے۔ انکی فضائی
سروس کا نام "گرونٹر" ہے۔ وہاں کی تہذیبی تمدنی زندگی میں مہابھارت کے ناچ ناٹک عام
ہیں۔ انڈونیشیا کے مسلمانوں کا خیال ہے کہ طریقہ عبادت بدل جانے سے ہمارے آباؤ اجداد نہیں بدل
گئے۔ انڈونیشیا کی مثال کو صحیح قرار دیتے ہوئے آپ نے دوسرا طریقۂ عبادت رکھنے والے ہندوستانیوں
سے کہا کہ اسیطرح وہ لوگ بھی بھارت کی قومی زندگی کی لہر اور تمدنی لہر کو مانیں۔

جہاں تک بالا صاحب کا تعلق اپنی جماعت کی سربراہی سے ہے۔ وہ یقیناً اسوقت آر ایس
ایس کے سنچالک اور سربراہ ہیں۔ اس حیثیت سے انھیں پورا حق ہے کہ وہ آر ایس۔ ایس کی تنظیم
و ترقی کے لئے ملک بھر کے دورے کریں اور اپنی پارٹی کو ہدایات دیں۔ اس سلسلے میں اگر
وہ اسکی بھی ضرورت سمجھتے کہ ہندوستان کے ہندو و مسلمان ایکدوسرے سے قریب آئیں اور نفرت
باہمی و دشمنی کی پرانی فضا اتحاد و محبت کی خوشگوار فضا سے بدل جائے تو ہم نہایت فراخدلی
اور خندہ پیشانی کے ساتھ ان کے اس جذبہ کی تعریف و تحسین بھی کرتے ہیں۔ اور اس کیلئے اپنی
پرزور تائید اور عملی تعاون کا یقین دلانا بھی اپنا اخلاقی فرض تصور کرتے ہیں۔ مگر اس کے
ساتھ ہی ساتھ ہماری صاف دلی اور مذہبی ذمہ داری کا تقاضا یہ بھی ہے کہ ہم بہت
صاف لفظوں میں یہ اعلان بھی کر دیں کہ ہمارے غیر مسلم ملکی رہنما مذہب اسلام یا مسلمانوں
سے متعلق اپنی کسی پالیسی یا رہنمائی کے بیان و اعلان سے پہلے مذہب اسلام کی صحیح واقفیت
اور مسلمانوں کی اصلی مذہبی پوزیشن کا علم پوری طرح ضرور حاصل کر لیں، جس کا نہایت

صاف سیدھا اور آسان طریقہ صرف یہی ہے کہ مسلمانوں کو ان کے مذہب انکی تہذیب و تمدن کے بارے میں بالکل آزاد چھوڑ دیں ۔ اس بارہ میں انھیں کوئی مشورہ دینے یا رہنمائی کرنے کی ان کیلئے کوئی پالیسی اور قومی دھارا تجویز کرنیکی مطلق ضرورت نہیں ہے ۔ اس رواداری کے ماحول میں پوری فراخدلی کے ساتھ ان مسلمانوں کے ساتھ ربط و اتحاد رکھئے میل ملاپ بڑھایئے انکی سماجی تقریبات میں آیئے ان کو بلایئے، ہمیں پوری امید ہے کہ اس طرح ہمارے برادران وطن باہم اتحاد و محبت پیدا کرنے میں کامیاب ہو جائیں گے ۔

باقی یہ چھیڑ چھاڑ کا اندازہ دوسرے مذہب والوں کو انکے مذہبی معاملات سے متعلق مشورہ دینے اور قومی دھارے میں شامل ہونے کی باتیں تو یہ کسی طرح بھی صحیح و درست نہیں ہیں ۔ ایسی باتوں سے ربط و اتحاد میل و محبت کی فضا ہر گز نہ پیدا ہو سکے گی ۔ جیسا کہ ابتک طویل تجربہ شاہد و گواہ ہے ۔ کہ ان باتوں سے سدھار کی جگہ پر بگاڑ ہی پیدا ہوتا رہا ۔ اختلافات و نفرت کی خلیج پر ہونے کے بجائے اور بڑھتی ہی رہی اسلئے دانائی اور عقلمندی اسی میں ہے کہ ہم لوگ اپنے ماضی سے سبق لیتے ہوئے آنے والے زمانے کو روشن و تابناک بنانے کی فکر کریں ۔

شری بالا صاحب دیورس کی تقریر کے مندرجہ بالا حصے کے مطالعہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ اپنی جماعتی مشغولیوں اور سرگرمیوں کے باعث نہ تو خود انکو ہی مذہب اسلام کی صحیح واقفیت حاصل کرنے کا موقع ملا نہ جماعت اسلامی کے ذمہ دار حضرات مذہب اسلام کے بنیادی تصور سے انھیں روشناس و آگاہ کر سکے ۔ چنانچہ جناب دیورس صاحب بھی دوسرے تمام غیر مسلم صاحبان کیطرح مذہب اسلام کی پوری حقیقت اور صحیح واقفیت سے بالکل ہی ناآشنا نظر آتے ہیں ۔ بلکہ ہمارے اندازہ کے مطابق پوری حقیقت اور صحیح واقفیت تو دور کی بات ہے ۔ انکو مذہب اسلام کی معمولی و ابتدائی بنیادی باتیں بھی شاید معلوم نہیں ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ مذہب اسلام کے بارے میں خلاف واقعہ و حقیقت صرف یہ تصور رکھتے ہیں کہ مذہب اسلام صرف طریقہ عبادت (پوجا پاٹ) بدل دینے کا نام ہے ۔ جیسا کہ مندرجہ بالا حصہ تقریر میں نقل کیا گیا کہ وہ کہتے ہیں "ہم نہیں مانتے کہ طریقہ عبادت بدلنا

جانے سے تمدن یا قومی زندگی بدل گئی۔ گویا دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ ڈیورس صاحب اسلام
لانے اور مسلمان ہونے کا اثر و نتیجہ صرف اتنا سمجھتے ہیں کہ جو نو مسلم کل تک پوجا پاٹ کرنے مندر
کو جاتا تھا۔ وہ مسلمان ہونے پر مسجد میں نماز پڑھنے لگا۔ مذہب کی تبدیلی کا اثر اس سے
زیادہ کچھ نہ ہونا چاہیے۔ اس عبادت اور پوجا کے علاوہ اسکی ساری زندگی اور زندگی
کا ہر کام قومی و ملکی انداز میں ہونا چاہیئے نہ تو اسکی کوئی ضرورت ہے کہ اس کا نام بدل کر
اسلامی (عربی) نام رکھا جائے نہ اسکی کوئی ضرورت ہے کہ اسکی شادی بیاہ کی تقریب اسلامی
طرز پر منائی جائے۔ نہ اسکی کوئی ضرورت ہے کہ مرنے کے بعد قبر میں دفن کیا جائے، کیونکہ موصوف
کے نزدیک یہ بات قابل تسلیم ہے ہی نہیں کہ طریقہ عبادت بدل جانے سے تمدن یا قومی زندگی
بدل گئی۔ اسی بنیاد پر انھوں نے انڈونیشیا کے مسلمانوں کی سراہنا کرتے ہوئے کہا ہے کہ
"انڈونیشیا" کے مسلمانوں کا خیال ہے کہ طریقہ عبادت بدل جانے سے ہمارے آبا و اجداد
بدل گئے"۔ ظاہر ہے کہ اس جگہ شری ڈیورس نے آبا و اجداد کے نہ بدلنے کا ذکر کر کے انکے تمدن و
تہذیب ہی کا نہ بدلنا مراد لیا ہوگا۔ ورنہ حقیقی آبا و اجداد کے بدلنے کی بات تو نہ کوئی سوچ
ہی سکتا ہے نہ اس کے انکار کی کوئی ضرورت ہی ہے۔

بہر حال انڈونیشیا کے مسلمانوں کی مثال دیکر شری ڈیورس نے ہم ہندوستانی مسلمانوں کو جو
مشورہ دیا ہے وہ اگر دانستہ جان بوجھ کر کسی خاص مقصد سے دیا ہو اور اسلام کی واقعی
حقیقت سے باخبر ہوتے ہوئے بیخبری ظاہر کی ہو تو بات دوسری ہے۔ لیکن اگر واقعی
وہ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں تو ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ مذہب اسلام اور مسلمانوں سے
متعلق انکی اور انکے ساتھیوں کی دوسری غلط فہمیوں کو دور کرنے سے پہلے انکی اس بنیادی
غلط فہمی کو دور کر دیں کہ مذہب اسلام صرف طریقہ عبادت کی تبدیلی کا نام نہیں ہے بلکہ
مذہب اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات اور ابدی دستور زندگی ہے جس میں طریقۂ عبادت
(پوجا پاٹ) سے لیکر پوری زندگی یعنی پیدائش سے لیکر موت تک ساری زندگی گذارنے
کی واضح اور کھلی ہوئی ہدایات موجود ہیں۔ قرآن مجید میں ہے قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ
وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ

لائے پیغمبر فرما دیجئے کہ میری نماز، میری قربانی، میری زندگی، میری موت (غرضیکہ میرا ہر کام) صرف اللہ کیلئے اسی کے حکم کے مطابق ہے۔ مجھکو یہی حکم دیا گیا ہے اور میں تم میں سب سے پہلا مسلمان ہوں۔

کوئی مسلمان اسوقت تک مکمل مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جبتک وہ پورے مذہب اسلام کو تسلیم نہ کرلے اس کے تمام احکام کو قبول نہ کرلے۔ قرآن مجید میں ہے۔ یاایھا الذین اٰمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ ولا تتبعوا خطوات الشیطٰن انہ لکم عدو مبین ط (اے ایمان والو مسلمانو! تم سب دین اسلام میں پوری طرح داخل ہو جاؤ۔ (یہ نہیں کہ دین کی کوئی بات مانو کوئی نہ مانو کسی بات پر عمل کرو کسی پر نہ کرو) اور شیطان کے نقش قدم پر نہ چلو وہ تمہارا کھلا دشمن ہے) حدیث شریف میں حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں کوئی شخص پورا ایمان والا مسلمان ہو ہی نہیں سکتا جبتک اسکی تمام خواہش میری لائی ہوئی شریعت کے مطابق نہ ہو جائیں۔

ان ہدایات کو جاننے اور ماننے والا اس بات سے کیسے اتفاق کرسکتا ہے کہ مذہب اسلام صرف طریقۂ عبادت کی تبدیلی کا نام ہے مانتری دیورس کہتے ہیں کہ "سبھی ایک ہے مقصد ایک ہے" لیکن ہم اپنی قرآنی ہدایات کو ہی ماننے کے پابند ہیں، کسی طبقہ کی فکر و نظر ہمارے لئے دلیل و مثال نہیں بن سکتی۔ قرآنی ہدایات کے مطابق "قول فیصل" اور آخری بات یوں ہے کہ سبھی ایک ہے، مقصد ایک ہے اور راستہ بھی ایک ہے۔ اس تک اسی کے بتائے ہوئے راستے ہی سے پہونچنے کی کوشش کرو، سبھی ایک ہے، مقصد ایک ہے، اتنی بات تو اس تعلیم یافتہ طبقہ کو بھی تسلیم ہے، باقی رہی راستہ کے ایک ہونے کی بات تو اس سلسلہ میں قرآنی ہدایت ہے۔ انّ ھٰذا صراطی مستقیما فاتبعوہ ولا تتبعوا السبل فتفرق بکم عن سبیلہ ذٰلکم وصّٰکم بہ لعلکم تتقون ط (یہ دین میرا راستہ ہے سیدھا۔ لہذا اسی راستہ پر چلو اور دوسرے راستوں پر نہ چلو کہ وہ دوسرے راستے تمہیں خدا کے راستے سے دور کر دیں گے، تمہیں اس بات کا حکم اللہ تعالیٰ نے تاکیدی طور پر دیا ہے۔ تاکہ تم بچتے رہو ——— مذہب اسلام کے بارے میں اور ہم ظاہر کرچکے ہیں کہ وہ صرف طریقۂ عبادت کی تبدیلی کا نام نہیں ہے بلکہ وہ ایک مکمل ضابطۂ حیات اور ابدی دستور زندگی ہے اب ہم مختصراً اس کی کچھ تفصیل بھی پیش کر دینا چاہتے ہیں۔

مذہب اسلام کی تعلیمات و احکام کو موٹے موٹے عنوانوں پر تقسیم کر کے سمجھا جا سکتا ہے۔

(الف) عقائد:- یعنی وہ بنیادی حقیقتیں جنہیں دل سے ماننا اور زبان و قلم سے اقرار ہر مسلمان کیلئے ضروری ہے چند ضروری اسلامی عقیدے یہ ہیں (۱) خدا کا یقین (۲) خدا کے ایک ہونے کا یقین (۳) خدا کے رسولوں اور پیغمبروں کا یقین (۴) خدا کی کتابوں کا یقین (۵) خدا کی ایک پوشیدہ مخلوق فرشتوں کا یقین (۶) خدا کا فیصلہ تقدیر کا یقین۔ (۷) قیامت کا یقین (۸) موت کا یقین (۹) مرنے کے بعد پھر زندگی ملنے اور اچھا برا بدلہ پانے کا یقین۔

(۱۰) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری رسول ہونے کا یقین (۱۱) قرآن مجید کے آخری کتاب ہونیکا یقین یعنی
حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد پھر کوئی رسول نہ ہوگا، نہ کوئی دوسری کتاب ہدایت خدا کی طرف سے آئے گی۔
(۱۲) مذہب بنانا اور انسانوں کیلئے تجویز مقرر کرنا خدا کا کام ہے، مذہب اسلام خدا کا بنایا اور مقرر کیا
ہوا مذہب ہے، ہر مسلمان مذہبی اعتبار سے پابند ہے کہ وہ ان حقیقتوں کو دل سے مانے اور ان پر پورا
یقین رکھے ایسی صورت میں مسلمان یقیناً یہ عقیدہ رکھے گا کہ مذہب اسلام جو کسی انسان کا بنایا ہوا نہیں ہے
بلکہ خدا کا مقرر کیا ہوا دین ہے۔ صرف وہی حق ہے، اور یہ بات تو انسان کا پیدائشی حق ہے کہ وہ مختلف چیزوں
میں سے کسی ایک چیز کو اپنے اختیار تمیزی کی بنا پر پسند کر لے ایسی صورت میں شری دیورس کا یہ کہنا کہ میرا طریقہ تم
سے اچھا ہے یہ تقابلی نظریہ ہم نے نہیں اپنایا، صرف انکا اور انکے تعلیم یافتہ طبقہ کا ہی نظریہ ہو سکتا ہے۔ اس نظریہ
کو قبول کرنے کا مشورہ مسلمانوں کو نہیں دے سکتے، (ب) اعمال و فرائض :۔ ڈیوٹی وہ کام جو ہر مسلمان
کو ضرور کرنے ہوتے ہیں، مثلاً نماز، روزہ اور زکوٰۃ و حج جو صرف مالداروں کیلئے ضروری ہیں۔ اسی ذیل میں کچھ
تھوڑے سے فرق کے ساتھ ختنہ اور داڑھی بڑھانا اور مونچھیں کترونا بھی شامل ہیں۔

(ج) معاملات :۔ خرید و فروخت۔ لین و دین شادی بیاہ وغیرہ کے طور طریقہ، ان باتوں میں بھی مسلمان اپنی مذہبی
ہدایات کا پابند ہے دنیا کے کسی خطہ کا مسلمان ہو اسے مذہب اسلام کے مقررہ طریقوں پر ہی انہیں انجام دینا چاہیئے۔

(د) معاشرت :۔ رہن سہن، وضع قطع، لباس اور پہناوا وغیرہ ایک دوسرے کے حق کا خیال رکھنا، ماں، باپ، بیٹی، بیٹے، بیوی
شوہر، دوسرے عزیز رشتہ دار، ہمسایہ پڑوسی کے حقوق، ہمسفر کے ساتھ برتاؤ، جانوروں کی پرورش و نگہداشت ان
پر بھی رحم کرنیکی ہدایات مذہب اسلام میں موجود ہیں مسلمان ان کا بھی پابند ہے۔

(ر) اخلاق و کردار سازی :۔ اچھے اخلاق کیا کیا ہیں۔ وہ کیسے اپنے اندر پیدا کئے جائیں۔ برے اخلاق اور بری عادتیں کیا ہیں۔
ان سے کسطرح اپنے کو بچایا جائے یہ بھی مذہب اسلام کی ہدایات کے مطابق ہی مسلمان کا مذہبی کام ہے۔ ایسی صورت
میں مذہب اسلام کیلئے یہ تصور پیش کرنا کہ وہ صرف طریقہ عبادت کی تبدیلی کا نام ہے اور مسلمان صرف طریقہ عبادت
تو تبدیل کر سکتے ہیں باقی دوسری باتوں میں قومی زندگی کی لہر کو مانیں اور قومی دھارے میں شامل ہو جائیں تو یہ بات
نہ تو اسلام کیساتھ انصاف ہے نہ مسلمانوں کے ساتھ بلکہ یہ کھلا ہوا ظلم ہے ایسی بات دیورس کی زبانی اچھی نہیں لگتی
کہ ایکطرف تو مسلمانوں سے تعلق اور میل جول کی باتیں کرتے ہیں اور دوسری طرف ایسی باتیں کہکر انکے مذہبی جذبات اور
احساسات کو ٹھیس بھی پہنچاتے ہیں جیسا کہ میں اوپر کہہ چکا ہوں۔ آخر میں وہی بات پھر دہرانا چاہتا ہوں کہ مسلمانوں سے دوستی کا
صرف ایک ہی راستہ ہے وہ یہ کہ سماجی اور اخلاقی میدان میں مسلمانوں کیساتھ ربط و اتحاد اور میل جول کی باتیں کیجئے، مسلمانوں کے
مذہب اور تہذیب و تمدن انکے نجی مذہبی قوانین کے بارے میں چھیڑ چھاڑ کا یہ انداز طریقہ چھوڑ دیجئے ان باتوں سے سدھار نہ ہو سکیگا
بگاڑ ہی پیدا ہوتا رہے گا، اختلاف و نفرت کی خلیج کم ہونے کی بجائے برابر بڑھتی رہے گی۔

اسی طرح دیپک سے دیپک جلتا ہے

ایک آریہ سماجی نوجوان کے عبرت آموز خطوط

مفتی شہر آگرہ کے نام

میں نے آپ کا خط "امراُجالا" "سماچار پتر" میں ۴ رجنوری ۱۹۷۶ء کے اخبار میں پڑھا جسکا عنوان تھا "ہندوستانی مسلمان انڈونیشیا کی نقل کیوں کریں؟" آپکے افکار و خیالات سے میں پوری طرح متفق ہوں، چونکہ مجھے زیادہ لکھنے لکھانے کی عادت نہیں ہے اس لئے میں نے اس بارے میں کہیں کوئی مضمون نہیں لکھا، لیکن آپنے اس مضمون کو چھپواکر میرے دل کی بات کہدی، اچھا ہی کیا آپنے پہل کردی۔ میں اختصار میں اپنا تعارف کرادوں۔ میں خود کو سماج میں "آریہ سماجی" کہتا ہوں اور کہلاتا ہوں، حقیقت میں اسلام کے متعلق گہری عقیدت اور نیک جذبہ رکھتا ہوں اسلام کیطرف میرا رجحان اور گیان دلانے والے، جناب ابو محمد امام الدین ہیں جو کہ اسلامی لٹریچر ادارہ رام نگر وارانسی سے شائع ہونیوالی اسلامی کتابوں کے مصنف ہیں جنکی کئی کتابیں ہندی میں بھی شائع ہو چکی ہیں، انکی تصانیف کے ذریعہ میں اسلام سے واقف ہوا اور اب تو میں بھی یہی کہتا ہوں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ، اسی پر دل و دماغ سے یقین کرنے لگا ہوں میں نے اسلام کو سارے عالم کا مذہب سمجھا ہے، قبول کیا ہے، اسکی رفعت کو دل سے مانا ہے۔ اسلئے جب کہیں بھی میں کوئی طریقۂ اسلام کے خلاف کوئی فکر و خیال یا مضمون سنتا یا پڑھتا ہوں تو میرے دل و دماغ میں کھلبلی مچ جاتی ہے۔ مجھے بڑا ہی افسوس ہوتا ہے ان الٹی سیدھی باتوں کو سنکر، اور اسی بنا پر میں نے پہلی مرتبہ امراُجالا "سماچار پتر" کو ایک خط شائع کرنے کیلئے لکھا ہے، اور آپ سے مراسلت کر رہا ہوں اب میں امراُجالا ایڈیٹر کے نام بھیجے گئے خط کے مضمون کی نقل کرتا ہوں۔

"بتاریخ ۴/۱/۷۶ کے "سماچار پتر" میں ایک مراسلہ چھپا تھا جس کا عنوان تھا "ہندوستانی مسلمان انڈونیشیا کی نقل کیوں کریں؟" جو بذریعہ جناب عبدالقدوس رومی بھیجا گیا تھا۔ میں اسکی

بابت جناب عبدالقدوس رومی کے خیالات سے پوری طرح متفق ہوں جسکا خلاصہ یہ تھا کہ ساری دنیا
کے مسلمانوں کی رہنما اور مذہبی کتاب ہدایت قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک ہے
اسی لئے کسی غیر مسلم کو کوئی حق نہیں کہ مسلمانوں کے مذہبی معاملوں میں انکے طریقہ عبادت پر کوئی دوسرا
سمجھاؤ دیں ۔ مسلمانوں کو انکے مذہبی معاملوں میں سمجھاؤ نہ دیکر انھیں اسی معاملے میں آزاد چھوڑ
دیا جائے کہ یہ انکا نجی مذہبی معاملہ ہے ، بہتر ہے کہ وہ اس بارے میں کچھ نہ کہیں ، سبھی غیر مسلم اسلام
کی اس گہرائی تک نہیں پہنچ پاتے جس حد تک ایک سچا مسلمان پہنچتا ہے اور جو وہ اس کے متعلق
عقیدت اور جذبہ رکھتا ہے ہندوستان کے دوسرے تمام اقوام کے لئے اتنا ہی سمجھنا اور سمجھانا
کافی ہے کہ ہندوستانی مسلمان ہندوستان کی قوم کا ایک جُز ہے اور اسے بھی ہند کے ذرّے ذرّے
پر اتنا ہی حق ہے ، جتنا ہند کی دوسری قوموں کو ہے وہ یہاں کا نمبر ۱ شہری ہے جس طرح
دوسری قومیں ہیں ، یہاں کی سب قوموں کو بھارت کے سبھی شہریوں کو اپنے اپنے طریقہ عبادت
پر اپنے اپنے طور طریقے پر چلنے کا پورا پورا حق حاصل ہے ، مذہبی طریقے میں ہر شخص پورا آزاد ہے
اس لئے غیر مسلم رہنما ، اور دوسرے لوگ مسلمانوں کے نجی مذہبی معاملوں میں کوئی بھی نصیحت اور
صلاح مشورہ کے طریقے کو قطعی چھوڑ دیں اگر دوسری قوم کے رہنماؤں اور دوسرے لوگوں کو
کچھ کرنا ہی ہے تو وہ " بھارتی ، بھارتی ، بھائی ، بھائی کا نعرہ لگائیں ، آپس میں بھائی
چارے کی محبت کو پیدا کرنے کی صلاح دیں ۔

اسی نوجوان کا دوسرا خط

خدمت میں جناب عبدالقدوس رومی جامع مسجد آگرہ
آداب ! آپکا خط مجھے ۲۴ ر تاریخ کو ملا ، آپ کے خط کو پاکر
بڑی خوشی ہوئی ، آپنے اطلاع دی ہے کہ میرا وہ مضمون اخبار میں چھپ نہیں سکا ، کوئی بات نہیں ہے
جو میرا مقصد ہے اور جو میں سب سے کہنا چاہتا تھا وہ بات آپ کے دونوں مضمونوں سے باری باری

آپکے ذریعہ سب تک پہنچ گئی میری تمنا پوری ہو گئی۔ مجھ میں ایک کمی ہے کہ ہمیشہ اشارہ دیکر ہی کسی
پر طنز کرتا ہوں ایسا میں نے اپنے والد صاحب سے سیکھا ہے جواب نہیں رہے۔ اور آپ اس بات
کو باقاعدہ نام لے کر کھلے انداز میں کہتے ہیں اور میں یہی چاہتا تھا، اگر کچھ کہنا ہے تو صاف صاف
کہنا چاہئے، گھما کر کہنے سے کچھ سمجھ نہیں پاتے کہ کیا بات کہی جا رہی ہے۔ اسلئے مجھے اور بھی خوشی
ہے کہ آپ کا وہ مضمون چھپا اور بات ظاہر ہوئی۔

ہاں میں بہت دن تک اس تعجب میں ضرور رہا کہ وہ بات ہندوستان کے سبھی اخبارات
میں چھپی، کئی نامی گرامی شہروں میں کہی گئی، لیکن ہندوستان کے اتنے مسلمانوں میں کہیں بھی
اتنے دن تک ایک بھی لفظ اسکے خلاف کسی نے نہیں کہا، جبکہ میں خود اسکی مخالفت میں بہت پہلے
ہی کئی دوستوں سے صحیح بات کا اظہار کرتا رہا اور اپنا مضمون پہلے بھیجنا چاہ رہا تھا، چونکہ کچھ
وجہوں سے میں ظاہری طور پر کسی کو ذاتی انداز میں مخاطب کرکے بات کہنے میں ہچکچا رہا تھا
اس لئے میں لکھتے لکھتے رہ گیا اور جب ایک پہلے انسان آپ کا مضمون پڑھا تو مجھے بہت
ہی خوشی ہوئی کہ چلو کسی ایک نے اتنے صحیح لفظوں میں کچھ اعتراض تو ظاہر کیا اب آپ یا
دوسرے مسلمان سوچ سکتے ہیں کہ آخر میں اتنی دلچسپی اس معاملہ میں کیوں لینے لگ گیا ہوں۔
تو چھوٹا سا جواب میں دوں گا کہ دراصل میں نے اسلام کا گہرا مطالعہ کیا ہے اور میں اسلام کو
سب سے سچا مذہب مانتا ہوں،۔ اسلام ایک اللہ کی ہی عبادت کو بتاتا ہے، اگر کوئی اللہ پر ایمان
لے آئے تو وہ بھی اسلام کا ایک حصہ ایک راستہ ہے، میں تو پورے اس کلمہ " لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ " پر ایمان و یقین رکھتا ہوں اور میں اسلام ہی کو اپنا مذہب سمجھتا ہوں
یہ میں خلاصہ کہتا ہوں، مگر اسے میری کمزوری یا قربانی کے جذبہ کی کمی کہیئے جو چاہیں کہا جا سکتا ہے۔
کہ میں اتنا کچھ ماننے کے بعد بھی مسلم خاندان کا فرد نہیں ہوں، بننے سے ہچکچاتا ہوں۔ کیونکہ میں

اپنے گھر کے لوگوں سے الگ نہیں ہونا چاہتا ہوں، مطلب میرا خون کے رشتہ داروں سے ہے کہتے ہیں سمجھنے کو اشارہ کافی ہے - خیر میں جذبات میں بہت کچھ کہہ گیا ہوں اور خط بھی بہت بڑا ہو گیا ہے اس لئے اب اجازت دیں، "خدا حافظ"

ہاں مجھے ایک بات اور کہنا ہے، یہ بات میں بہت پہلے ہی سوچ رہا تھا وہ بھی سمجھنے کی بات ہو گی، فلم ہے - **امر اکبر انتھونی (۲) سرڈی والے سائیں بابا**، دونوں فلموں کے گانوں کے الفاظ اس طرح ہیں (۱) سرڈی والے سائیں بابا" آیا تیرے در پہ سوالی" پھر اس میں ایک بول ہے "خدا کی شان تجھ میں" یعنی اس گانے میں کچھ لائنوں میں خدا کی برابری شری سائیں بابا سے کی گئی ہے - اب آیئے فلم ۲ سائیں ناتھ بولو، سائیں ناتھ بولو پھر ایک جگہ ہے سہ "شانِ محمد بھی ہے تجھ میں" ان دونوں گانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شری سائیں بابا کی برابری میں رکھا گیا ہے اور ایک میں خدا کی شان کو، سائیں بابا کے برابر بولا گیا ہے، اس فلم امر اکبر انتھونی میں مسلم نوجوان کو سائیں بابا کے بت کے آگے خدا مان کر پوجتے گاتے دکھایا گیا ہے، جبکہ اسلام میں کسی بت کو ماننا یا خدا کے برابر ماننا منع ہے، یہی نہیں حضور صلی اللہ وسلم سے کسی کی برابری کرنا بھی غلط ہے، یہاں یہ ظاہر کر دوں کہ میں شری سائیں بابا کی بڑائی کو کسی طرح کم نہیں کر رہا ہوں اور نہ ہی انکی عزّت میں کوئی کمی کر رہا ہوں، میں کسی کے جذبات تعظیم کو ٹھیس نہیں پہنچاتا، لیکن کسی پیغمبر کی برابری کسی اور سے کرنا کیا صحیح ہے؟ یا کسی مسلم نوجوان کو بت کے سامنے سجدہ کرتے دکھانا کس حد تک صحیح ہے؟

اب اس بات میں دم ہو تو آپ ہی خود فیصلہ کریں اور اس پر آپ کوئی اچھا سا مضمون چھپوائیں، جس میں کسی کو غلط فہمیاں نہ ہوں اور نہ کسی کے دل کو ٹھیس لگے، نہ کسی طرح کی بے عزّتی کسی بڑے اور مشہور آدمی کی ہو، ایسے خوبصورت الفاظ میں

بات کہی جائے، اگر میری بات میں دم ہے تو یہ پہل بھی آپ ہی کیجئے، کیونکہ ابھی تک کسی نے اس پر کوئی مضمون نہیں لکھا، میں حیران ہوں یا میری ہی سمجھ میں کچھ غلطی ہے تو اسے ظاہر کیجئے اپنے خط کے ذریعہ۔

یہاں پر کچھ آگے کہنے سے پہلے یہ کہدوں کہ "مسلم لیگ" سے میرے خیالات بالکل نہیں ملتے ہیں لیکن جہاں تک اس بات کا سوال ہے کہ "مسلم لیگ"، جو مسلموں کے بہت حمایتی بنتے ہیں، انھوں نے بھی کسی نے کوئی نوٹ نہیں لکھا، جبکہ ایک چھوٹی سی بات کا ہنگامہ کھڑا کر دیا گیا وہ تھا ایک قومی ترانہ " بندے ماترم" کا۔ اس بات پر بڑی باتیں کہی گیئں، یہ گانا اسلام کے خلاف ہے۔

میں یہاں ایک بات بتا دوں کہ پاکستان کے ایک مشہور آدمی اور شاعر ڈاکٹر اقبال نے ترانہ لکھا تھا جو کہ پاکستان میں بہت ہی پیارا رہا ہے وہ بول ہے ؏

"پاک وطن کا ہر ذرہ دیوتا ہے"، تب اس اسلامی ملک میں کسی نے اعتراض نہیں کیا جبکہ یہاں کے مسلم لیڈروں نے واویلا کھڑا کر دیا کہ " بندے ماترم" گیت مسلم نہیں گائیں گے، انھیں یہ پتہ ہونا چاہئے کہ " بندے" کا مطلب کسی کو خدا مان کر پوجا نہیں ہوتا۔ بلکہ کسی کو بہت زیادہ عزت دینا ہوتا ہے، جیسے ایک لفظ ہے — " پوجنیہ پتاجی" اس کا مطلب یہ نہیں کہ باپ کو خدا مان کر پوجا جا رہا ہے۔ یہ تو ان کے نزدیک تعظیم کا لفظ ہے " لیگ والوں" نے بالا صاحب دیورس کے ان لفظوں پر بھی کوئی نوٹ نہیں لکھا۔ صرف آپ نے پہل کی ہے۔ خیر اس کا فیصلہ آپ کریں کیا صحیح ہے کیا غلط؟ خدا حافظ

آپ کا ہی اپنا

اس خط کا جواب یہ دیا گیا

آج بتاریخ ۳۱ر جنوری ۷۸ء کو تمہارا خط ملا جس کا مجھے انتظار بھی تھا اور آج ہی پہلی فرصت میں تمہارے خط کا جواب لکھوا رہا ہوں، تم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ "اسلام ایک اللہ (ایشور) کی ہی عبادت کو بتاتا ہے اور پیغمبروں کے بتائے راستے پر چلنے کو بتاتا ہے۔ اگر کوئی اللہ پر پورا ایمان لے آئے تو وہ بھی اسلام کا ایک حصہ ایک راستہ ہے"

تمہارے یہ جملے پڑھ کر کچھ ایسا اندازہ ہوتا ہے کہ شاید تم پوری بات سمجھ نہیں سکے ہو یا اپنی تحریر کے ذریعہ مجھکو سمجھا نہیں سکے اور میرا جو مضمون (۴ ۱/۷۸ اور ۲۱ ۱/۷۸ کو) امر اجالا میں شائع ہوا ہے وہ اخبار کی مجبوری اور پالیسی کی وجہ سے پورا نہیں چھپ سکا اب الگ سے اسکو ایک چھوٹے کتابچہ کی شکل میں چھپوا رہا ہوں، انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی تمہیں بھیجدوں گا، اسوقت اتنا ہی لکھواتا ہوں کہ جتنی بات تم نے لکھی ہے وہ مذہب اسلام کا حقیقت میں ایک حصہ ہی ہے پوری بات نہیں ہے، جبکہ اسلام ہم سے پوری بات پر عمل مانگتا ہے اور پوری بات اس طرح ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے جو ساری دنیا کا رب ہے، ہر قسم کی بندگی کے لائق وہی ہے۔ دوسری بات یہ بھی ماننا ضروری ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے آخری رسول ہیں، آپ سے پہلے دنیا میں جہاں جہاں، جو جو رسول آئے وہ ایک مخصوص جگہ اور ایک مقررہ وقت کیلئے آئے تھے۔ ان کے بعد سب سے آخر میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہوئے لیکن ان میں اور دوسرے رسولوں میں بہت بڑا فرق یہی ہے کہ آپ کسی خاص جگہ یا وقت کے لئے

رسول نہیں بنائے گئے (آپؐ ساری دنیا اور قیامت تک کے لئے رسولؐ ہیں) اسلئے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پر ایمان و یقین کا یہی مطلب ہوتا ہے کہ آدمی جس طرح سارے عالم کیلئے ایک خدا کو مانے اسی طرح حضرت مُحَمَّدٌ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارے عالم کے لئے رسول بھی مانے، کلمہ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ کی مارکنگ اور نمبر رنگ دونوں ہی ٹکڑوں کے ماننے پر ہوتی ہے، صرف "لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" پڑھنے والے کیلئے اسلام میں کوئی گنجائش نہیں ہے جب تک مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ پر پوری طرح یقینِ کامل نہ ہو۔

آپ نے سمجھنے کے لئے مجھکو جو اشارہ کیا ہے وہ میں اچھی طرح سمجھ گیا، مذہب اسلام خونی رشتے توڑنے اور ختم کرنے کو نہیں کہتا ہے، کوئی بھی شخص جو کوئی دوسرا مذہب چھوڑ کر مذہب اسلام اپناتا ہے وہ چاہے کسی مسلمان خاندان کا فرد نہ بن سکے لیکن وہ سارے عالم کی اسلامی برادری کا ایک ممبر ضرور بنجاتا ہے، یہ بات الگ ہے کہ ایسے آدمی کو اس کے ہی خاندان والے اپنے سے کاٹ کر الگ کر دیتے ہیں (اس میں اسلام کا کیا قصور ہے)

خط کے دوسرے سلسلہ میں آپنے جو دو باتیں لکھی ہیں اچھا ہوتا کہ آپ وہ باتیں کسی وقت زبانی سمجھ لیتے (بہر حال) آپ کی پہلی بات جو فلاں فلاں فلموں سے متعلق ہے اس کے لئے مختصراً اتنا ہی لکھوا سکتا ہوں کہ میں اور مجھ جیسے دوسرے مذہبی لوگ فلم وغیرہ دیکھنا مذہب کی رو سے گناہ سمجھتے ہیں، فلموں کی باتیں دوسروں کے ذریعہ سنی سنائی ہی ہوتی ہیں، اسلئے ہم لوگ خاص دھیان بھی نہیں دے پاتے، ان فلمی گیتوں پر آپکا جو اعتراض ہے، مجھے آپکی رائے سے اتفاق ہے، آپ کا اعتراض صحیح ہے اور وہ بول یقیناً

غلط ہیں، میری رائے ہے کہ اس سلسلہ میں اگر آپ لکھکر بلٹز ہندی یا اور کسی دوسرے اخبار میں بھیجیں تو اچھا ہوگا۔ شاید آپ نے پوری فلم دیکھی ہوگی اور گیتوں کے سارے بول آپ کے سامنے ہوں گے، آپ کا آخری اعتراض اقبالؔ کے اس مصرع پہ ہے۔ ع
"خاک وطن کا مجھکو ہر ذرہ دیوتا ہے"، اس سلسلہ میں اتنا ہی کہنا چاہوں گا کہ ہم مسلمانوں کے مذہبی لوگ جسطرح "بندے ماترم" سے کھٹک محسوس کرتے ہیں ایسے ہی اقبال کے اس مصرع سے بھی۔ آپ نے شاید میرے پہلے مضمون پر پوری طرح غور نہیں کیا، ہم مسلمان صحیح طور پر قرآن مجید اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات ہی کے پابند ہیں، ہم لوگوں میں جنھیں قرآن مجید اور حدیث سے واقفیت ہے وہ نہ ڈاکٹر اقبال کو اپنا مذہبی پیشوا مانتے ہیں نہ محمد علی جناح کو نہ سوکارنو کو نہ جنرل ناصر کو نہ کرنل قذافی کو، نہ سادات کو، نہ شاہ خالد کو، نہ عرب و مصر کے موجودہ غلط فیشن اور طریقوں کو، ہم لوگ صحیح طور سے اپنا تعلق خدا اور رسولؐ اور انکی اصلی تعلیمات سے ہی رکھنا چاہتے ہیں، "بندے ماترم" کے بارے میں "بو جینیہ بتا جی" کی مثال سے جو بات کہی ہے وہ تمہارے نقطۂ نظر سے ہو سکتا ہے کہ اعتراض کی بات نہو لیکن ہم لوگ تو ایسے الفاظ کا استعمال صحیح نہیں سمجھتے! ہاں یہ بات ماننے میں ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہے کہ ہم لوگوں سے کبھی ایسی چوک بھی ہو جاتی ہو اور کسی نامناسب بات پر اعتراض کی بجائے خاموشی گوارا کرلی جاتی ہو، خدا تعالیٰ ہماری ایسی بھول کو معاف فرمائے، لیکن کسی ایسے موقع پر خاموش رہ جانے سے ہمیشہ کیلئے غلط بات پر خاموش رہنا اور اعتراض نہ کرنا ضروری ہو جائے، ہم یہ ماننے کیلئے بھی تیار نہیں، امید کہ تم خیریت سے ہوگے اور ایسے ہی بے تکلف خط و کتابت کرتے رہوگے۔

تمہارا اپنا عبد القدوس رومی مفتی شہر آگرہ